ارتقائے معاشرہ کا فلسفہ

عبدالوحید صدیقی

علوم کی استقرائی و سائنسی تعبیر سے قبل ارتقائے معاشرہ کے نظریات موجود تو تھے لیکن نہ ان کا تجزیہ کیا گیا تھا اور نہ درجہ بندی ہی۔ ارتقائے معاشرہ کی تاریخی طور پر مختلف ادوار میں تقسیم اس وقت ہی ممکن ہو سکی جب معاشرہ کا استقرائی مطالعہ کر کے اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل کا مثبت طریقے سے پتہ لگایا گیا اور یہ کوشش کی گئی کہ کس طرح سے ایک ایسے بنیادی عامل کا تعین ہو سکے جو دوسرے تمام عوامل کی بنیادی علت بنتا ہے اور جس کی وجہ سے معاشرہ کسی ایسی نہج پر چل پڑتا ہے جسے کسی صورت میں بھی پرانی نہج کی ذیلی یا ضمنی صورت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

معاشرتی ارتقا کے اس طرح کے مطالعہ کے لئے پہلے ہم یورپ کے ماہرین کی کوششوں کو دیکھیں گے اور اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ان افکار و تجربات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے گا جن کو خود انہوں نے ارتفاقاتِ اربعہ کا نام دیا ہے۔

یورپی ماہرینِ عمرانیات

معاشرتی ارتقا میں تاریخی ادوار کی چھان بین کے لئے یورپ میں کارتیزی (CARTESIAN) مفکرین نے فلسفیانہ بنیادیں ہموار کیں ان مفکرین نے محسوس عالم کے ظاہری انتشار اور اس کی کثرت کی تہہ میں کام کرنے والے قوانین کا پتہ چلانے میں دلچسپی لی۔ اور یہی دلچسپی جب بن گئی اس تحقیق کا جسے ثقافتی یکسانیت کی تلاش کہا جاتا ہے۔ اس تلاش کے نتیجے میں وحشی ہم عصر اور قدیم تمدنوں میں مشابہت اور یکسانی کی موجودگی کا علم

ہوا اور اس سے اس امر کی طرف توجہ مبذول ہوئی کہ معاشرہ کے ارتقا میں کچھ زینے ہوتے ہیں[۱]۔ اور یہ ارتقا ان زینوں ہی کے ذریعہ درجہ بدرجہ ہوا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا یورپی محقق ویکیو (VICO) ہمارے سامنے آتا ہے۔ اٹلی کے اس مورخ کی کتاب LA SCIENZA NUOVA کو تاریخی ارتقا کے جدید تصور میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ ویکیو نے اس کتاب میں یہ تصور پیش کیا کہ معاشرتی ارتقا ایک خطِ مستقیم میں نہیں ہوتا اور نہ ایک دوسرے سے مشابہ متواتر گردوں (Identical Recurring Cycles) کے ذریعہ سے ہوتا ہے بلکہ مدوّر تحرک (Spiral Movements) کے طریقے سے ہوتا جس میں کہ ہر نیا دائرہ پہلے سے ایک درجہ فوقیت بھی رکھتا ہے اور اس سے وسیع تر بھی ہوتا ہے[۲]۔ جہاں تک ارتقائی مدارج کا تعلق ہے، ویکیو نے ان کے اس قسم کے تین درجے بتائے ہیں۔

۱۔ الوہی

۲۔ رزمی اور شجاعتی

۳۔ انسانی

اس کے نزدیک الوہی دور کی دو خصوصیات ہیں۔ (۱) روحی اور نفسی لحاظ سے جذبات کی کثرت اور (۲) سیاسی لحاظ سے مذہبی حکومت (تھیوکریسی) کا دور دورہ۔ ویکیو کہتا ہے کہ شجاعتی رزمی دور میں انسان نفسیاتی طور پر بحیثیت کلی شاعرانہ تخیلات کا آماجگاہ ہوتا ہے۔ سیاسی طور پر یہ اشرافیہ کے اقتدار کا دور ہوتا ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ انسانی دور کے آتے ہی انسان کا ذہن کلی مثبت علوم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کے نتیجے میں سیاسی آزادی حاصل ہوتی ہے جو یا تو دستوری بادشاہت اختیار کرتی ہے یا جمہوریت کی۔

ویکیو کے بعد فرانسیسی مفکر بوسٹ (BOSSUET) نے اپنی کتاب Discours

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا آف دی سوشل سائنسز۔ میکملن۔ ج ۵۔ ۶۔ ص ۶۵۷

[۲] این انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سوشیولوجی ص ۱۲

Sur l' histoire Universelle (اشاعت ۱۶۸۱ء)
میں اس قسم کے بارہ ادوار کا تذکرہ کیا ہے[1] ان بارہ ادوار کو ایک اور فرانسیسی ماہر اقتصادیات
ٹرگاٹ نے اپنی کتاب Plan de deux discourse sur l'histoire universelle
(اشاعت ۱۷۵۰ء) میں بہتر طریقے سے پیش کیا ہے۔ وہ انسانی تمدن کی ابتدا شکاری دور کو سمجھتا ہے۔
پھر یہ تمدن ارتقا کا چراگاہی زینہ طے کرتا ہوا زراعتی دور کے مختلف ذیلی مدارج سے گزر کر حکومت
کے ابتدائی دور تک پہنچتا ہے[2]

معاشرتی تاریخی ارتقا کے ادوار کی تلاش کا رجحان آگے چل کر کنڈورسٹ کے ہاں ایک مستقل مقام
حاصل کر لیتا ہے[3]

بوسٹ، ٹرگاٹ، کنڈورسٹ اور اٹھارویں صدی کے دوسرے یورپی عمرانی محققین نے جن
ارتقائی ادوار کا تذکرہ کیا ہے، ان کی تہہ میں کسی خاص علت کی کارفرمائی نہیں ہے یہ ادوار اُن
قیاس آرائیوں کا نتیجہ ہیں جن پر اس وقت پوری عمرانیات کا مدار تھا۔ یورپ میں صحیح تجرباتی اور سائنٹفک
عمرانیات تو کہیں انیسویں صدی میں فرانسیسی مفکر آگسٹ کامٹ سے جاکر شروع ہوتی ہے۔ لیکن ٹرگاٹ
اور کنڈورسٹ کے ہم عصر سرزمین پاک و ہند کے مفکر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ارتقائے معاشرہ کے
سلسلے میں جن ادوار کا تذکرہ کیا ہے وہ محض قیاسی نہیں ہیں۔ ان کی بنیاد تجربہ اور استقرار پر ہے اور
پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان میں ایک ایسی علت کارفرما ہے، جس سے کسی ذی فہم شخص کو
انکار نہیں ہے۔ آخر یہ علت و معلول کا سلسلہ ہی تو ہے جس کی موجودگی اور عدم موجودگی کی بنیاد پر
ہم کسی علم یا فن کو سائنسی اور غیر سائنسی کہتے ہیں۔

اس سے قبل کہ شاہ صاحب کے ذکر کردہ ادوار سے بحث کی جائے، ضروری معلوم ہوتا
ہے کہ آپ کے بعد آنے والے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے یورپی محققین کے نظریات کا

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف دی سوشل سائنسز ج ۵-۶ ص ۶۵۷
[2] " " " "
[3] " " " "

تذکرہ کر دیا جائے تاکہ آگے چل کر تقابل میں سہولت ہو۔

اگسٹ کامٹ ۱۷۹۸-۱۸۵۷ء

جیساکہ اوپر مذکور ہوا ٹرگاٹ کے بعد جس شخص نے ارتقا کے ادوار کی طرف خصوصی توجہ دی وہ فرانسیسی مفکر اگسٹ کامٹ تھا۔ عمرانیات پر بحث کے دوران وہ اس علم کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ پہلے حصہ کو وہ جامد عمرانیات کہتا ہے اور دوسرے حصے کا نام متحرک عمرانیات تجویز کرتا ہے۔

کامٹ کا خیال ہے کہ معاشرہ اور اس کے مختلف ادوار کے تغیر کی اصل علت انسان کا ذہنی ارتقا ہے۔ انسان کا یہ ذہنی ارتقا تین ادوار میں منقسم ہے اور یہی تین ادوار معاشرتی ارتقا کے بھی ادوار بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں کامٹ یوں رقم طراز ہے۔

> تمام زمانوں اور تمام جہتوں میں انسانی ذہن کی ترقی کے مطالعہ سے ایک بنیادی قانون کا انکشاف ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت خود ذہن بھی آیا تاہے اس قانون کو ہماری تنظیم اور ہمارے تاریخی تجربات میں دلیل کی ایک پختہ بنیاد حاصل ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ ہمارے تصورات میں سے ہر اہم تصور اور ہمارے علم کی ہر شاخ تین نظریاتی حالتوں سے گذرتی ہے۔
>
> ۱- الہیاتی یا دہمی۔ (۲) مابعدالطبیعی یا مجرد اور (۳) علمی یا مثبت[۲] بالفاظ دیگر انسانی ذہن خود اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنی ترقی کے لئے تین فلسفیانہ طریقے استعمال کرتا ہے جن کی خصوصیات بنیادی طور پر مختلف بلکہ متضاد ہیں۔ وہ تین طریقے یہ ہیں۔ الہیاتی طریقہ، مابعدالطبیعی طریقہ اور مثبت طریقہ[۳]

---

[۱] بارنس ص۸۶

[۲] دی کنسائز انسائیکلو پیڈیا آف ویسٹرن فلاسافی اینڈ فلاسافرس لنڈن ۱۹۶۰ء۔ مضمون کامٹ

[۳] آگسٹ کامٹ، دی پازیٹو فلاسفی۔ دی فلاسافرس آف سائنس یوالیس۔ ۱۹۴۷ء

ذہنی ارتقا کے پہلے دور میں انسانی سماج فوجی ہوتا ہے دوسرے میں تنقیدی اور تیسرے میں کارخانہ داری کا نظام آجاتا ہے۔[۵] کامٹ کے کہنے کے مطابق انسانی تاریخ میں سب سے پہلے الہیاتی اور روایتی دور نے جنم لیا اور بعد کے دوسرے دونوں ادوار سے زیادہ عرصے تک سماج پر یہ حکمرانی کرتا رہا۔ اس دور میں انسانی ذہن نے حقائق اشیاء اور علت و معلول کے سلسلے کو سمجھنے کے لئے تخلیق کو کچھ مافوق الفطری ہستیوں کے ارادہ و عمل کا نتیجہ سمجھا۔ یہ پہلا دور کامٹ کے نزدیک اپنی ارتقاء کی تکمیل کو اس وقت پہنچا، جب کئی مافوق الفطرت ہستیوں کی جگہ صرف ایک مافوق الفطری ہستی نے لی۔

کامٹ دوسرے تاریخی دور کو پہلے دور کی ترقی یافتہ شکل سمجھتا ہے۔ اس کے خیال میں اس دور میں تخلیق کو کسی ایک مافوق الفطری شخصی ہستی کے بجائے کچھ مجرد قوتوں کا مرہونِ منت قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دور بھی پہلے کی طرح اپنی ارتقا کی آخری منزل کو اسی وقت پہنچتا ہے جب کئی مجرد قوتوں کی جگہ صرف ایک مجرد قوت لیتی ہے جو فطرت یا نیچر کہلاتی ہے۔

کامٹ کے نزدیک تیسرے دور میں ذہن ہر قسم کی مجرد اور فلسفیانہ بحثوں کو ترک کر دیتا ہے اس دور میں انسان نہ تو ابتدائے کائنات سے متعلق بقول اس کے منطقی و تخیلی قصے گھڑتا ہے اور نہ انتہائے کائنات کا مسئلہ اس کے علم و دانش کا خصوصی مرکز ہوتا ہے۔ اس دور میں دوسرے دور کے استخراجی و تخیلی فلسفے کی جگہ اس کی رائے میں تجربہ، مشاہدہ، استقرار اور سائنس لے لیتی ہے انسان ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یک لخت چشم زدن میں نہیں بلکہ آہستہ سائنسی انداز سے معلومات حاصل کرتا چلا جاتا ہے یہ آج کا سائنسی دور ہے اور یہ بھی اپنی تکمیل کو تب پہنچے گا جب فطرت کے مختلف قوانین کو کسی ایک ہی اٹل قانون کے پہلو قرار دیا جائے گا۔

کامٹ کے خیال کے مطابق یہ تینوں دور نہ صرف پوری انسانی ذات کے کلّی ذہن کے ارتقا کو واضح کرتے ہیں بلکہ ہر فرد کو خود اپنی زندگی میں ان سے گذرنا پڑتا ہے۔ ہر شخص اپنے بچپن میں الہیات کا دلدادہ ہوتا ہے۔ عنفوان شباب میں مابعد الطبعیات پر فریفتہ جوانی میں فطرت کا

---

[۵] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مضمون کامٹ۔ ص ۲۲۳-۲۲۴

کھونج لگاتا ہے۔

کومٹ کا کہنا ہے کہ فرد اور معاشرے کو ارتقا کے ان تینوں زینوں سے گذرنا پڑتا ہے اور کسی ایک سے بھی اُسے مفر نہیں ہو سکتا۔ البتہ صحیح رہنمائی اس سلسلۂ ارتقا کو تیز کر سکتی ہے۔ اس طرح غلط رہنمائی سے اس میں تاخیر ہوتی ہے۔

کامٹ نے معاشرتی ارتقا کا یہ جو تصور پیش کیا ہے، اس کی بنیادی علّت کے متعلق اس کا ذہن بہت ہی الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک طرف وہ ذہن انسانی کو فاعل کی حیثیت دیتا ہے اور کہتا ہے۔ ذہن خود اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنی ترقی کے لئے تین فلسفیانہ طریقے استعمال کرتا ہے۔ تو دوسری طرف اسے منفعل قرار دے کر کسی اور بنیادی قانون کو ذہنی اور معاشرتی ارتقا کی علّت قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ کہتا ہے۔ تمام زمانوں اور تمام جہتوں میں انسانی ذہن کی ترقی کے مطالعہ سے ایک بنیادی قانون کا انکشاف ہوتا ہے جس کے ماتحت خود ذہن بھی آجاتا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ ہمارے تصورات میں سے ہر اہم تصور اور ہمارے علم کی ہر شاخ تین نظریاتی حالتوں سے گذرتی ہے۔"

ذہن کے مندرجہ بالا دو متضاد کرداروں میں سے اگر "فاعلیت" کے کردار کو لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ذہن انسانی فرد کی کُل شخصیت سے الگ کوئی خارجی وجود رکھتا ہے؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ نفی میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ مثبت جواب کی صورت میں ذہن ایک ایسی مجرد چیز ہو کر رہ جاتا ہے جس کے کردار کا مطالعہ انسان کے علمی وسائل کے محدود ہونے کی بنا پر ناممکن بن جاتا ہے۔ منفی جواب کی صورت میں ذہن فرد کی کل شخصیت کا جزو بن جاتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ شخصیت کی دوسری جزئیات (مثلاً مادی جسمانی ضرورتیں اور حسِ جمالیات وغیرہ) کو متاثر کر کے انہیں ترقی دے اور نہ صرف فرد بلکہ پورے انسانی اجتماع کو ارتقائی منازل جیسے چاہے طے کراتا چلا جائے۔ اگر بفرض محال ذہن ہی پورے سماجی ارتقا کا ضامن ہے اور وہ اپنی مرضی سے معاشرے کو الہیاتی اور مابعد الطبیعی اور مثبت ادوار کے ذریعے ترقی دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذہن خود غیر منفعل ہے۔ وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس صورت میں ذہن ایک ایسا مقام حاصل کر لیتا ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ اور کسی چیز کو زیبا نہیں۔

اگر دوسرے تصور کو لیا جائے اور ذہن کو منفعل مان کر کسی اور علت کو ذہنی وسماجی ارتقا کا ضامن قرار دیا جائے تو یہ امر ہمیں اس علت کا تجزیہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کامٹ نے بتایا ہے کہ وہ علت ایک بنیادی قانون ہے اور وہ قانون یہ ہے کہ ہر اہم تصور اور علم کی ہر اہم شاخ تین نظریاتی حالتوں سے گذرتی ہے۔ یہاں پر پھر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ بنیادی قانون کون سی علت سے متاثر ہوتا ہے اس کے جواب کے لئے کامٹ کا قلم ساکن نظر آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ کامٹ نے ایک فلسفیانہ انداز سے تین ارتقائی ادوار تو تجویز کر دیئے لیکن اس سلسلے میں ایک سائنٹفک انداز سے علت ومعلول کے سلسلے میں کوئی واضح تصور پیش کرنے سے قاصر رہا۔

جہاں تک ارتقا کے تین ادوار کا تعلق ہے، کامٹ نے یہ صرف یورپ اور مسیحیت کی تاریخ کی روشنی میں تجویز کئے۔ چونکہ یورپ میں سب سے پہلے شرک کا دور دورہ تھا۔ یونانی اور رومی تہذیبیں شرک کی علمبردار تھیں۔ پھر یہودیت اور مسیحیت کے زیر اثر یورپ میں شرک کی جگہ توحید نے لی۔ اس سے کامٹ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پہلا الہیاتی دور اپنی ارتقائی تکمیل کو تب پہنچتا ہے جب کئی مافوق الفطرت ہستیوں کی جگہ صرف ایک ہستی لے لیتی ہے لیکن ادیان کی جدید ترین تحقیقات نے اس امر کا ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک اور قبائل میں توحیدی تصورات پہلے جنم لیتے ہیں اور شرک بعد میں پیدا ہوتا ہے[1]

دوسرا تاریخی ارتقائی دور بھی یورپ ہی کی تاریخ کے پس منظر میں تجویز کیا گیا ہے جسے قاعدہ کلیہ قرار دینا ایک منطقی مغالطہ ہے۔ دور احیائے علوم سے لے کر اٹھارویں صدی تک یورپ میں ان مفکرین کا دور رہا جنہوں نے ایک اولوالعزم خدا کی جگہ بعض مجرد قوتوں کو دی لیبنز نے انہیں مونڈز (Monads) کہا۔ اور ہیگل نے انہیں (Spirits) کا نام دیا۔ یہ سلسلہ آگے چل کر نیچریت پر ختم ہوا

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

۱۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن ج ۱

۲۔ سطعات، شعبۂ تقابل ادیان سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کا ریسرچ جرنل مضمون مونوتھیزم ٹو پالیتھیزم (توحید سے شرک تک)

۳۔ تھیوسوفسٹ۔ مدراس۔ دی ایولیوشن آف دی کنسیپشن آف گاڈ۔

جس کے مطابق ہر چیز نیچر کی معلول ہے اور نیچر ہی سب کچھ ہے۔

کامٹ اپنے آپ کو تیسرے تاریخی دور کا ان معنوں میں "فاتح" قرار دیتا ہے کہ ان ادوار کو سب سے پہلے اسی نے سمجھا اور تمام طبعی علوم اور عمرانی فلسفہ کے مغز کے نکالنے میں کامیاب ہوا جسے وہ عمرانیات کا نام دیتا ہے۔ آپنے آپ کو اس مثبت دور (Positive) کا فاتح اور منظم قرار دینے کے باوجود سر فرانسس بیکن، کوپرنیکس، کیپلر، گلیلو، اسحاق نیوٹن وغیرہ کو اس سلسلے کے ابتدائی اور بڑے اہم لوگ سمجھتا ہے۔

کامٹ کے خیال کے مطابق تیسرا دور دوسرے دور سے پہلے نہیں آسکتا۔ حالانکہ اسلامی تاریخ میں کبھی دوسرا دور آیا ہی نہیں۔ شروع شروع میں آنحضرت صلعم نے لوگوں کو توحید کے جھنڈے تلے جمع کیا جسے کامٹ پہلے دور کی تکمیل کہے گا۔ لیکن اس توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپؐ نے لوگوں کو مشاہدہ، تجربہ اور ہر اس انداز تحقیق کی طرف متوجہ کیا جسے آج سائنس کہا جاتا ہے اور جسے کامٹ ارتقا کا تیسرا دور کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم کی برکت سے دوسری صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک مسلمان علماء نے وہ وہ تجربات کئے اور وہ وہ تحقیقات کیں کہ جن پر آج کی ترقی یافتہ سائنس کا دارومدار ہے۔[1]

کامٹ کا یہ تصور کہ سائنس اور مثبت انداز تحقیق صرف جدید یورپ کی پیداوار ہے آج غلط ثابت ہو چکا ہے۔

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو۔

۱۔ رابرٹ بریفو، تشکیل انسانیت اردو ترجمہ عبدالمجید سالک۔ باب "بیت الحکمت"

۲۔ علامہ اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ